© rasailojaraid.com

تبصرہ کتب

مسیحی انفاس

مؤلف : ہادی علی چوہدری
مقام اشاعت : ٹِلفرڈ۔ سرے (برطانیہ)
سالِ اشاعت : ۱۹۸۹ء
صفحات : ۶۱۳
قیمت : درج نہیں

برصغیر میں برطانوی اقتدار کے بتدریج استحکام اور اس کے نتیجے میں مبشّرانہ اور مغربی تہذیبی یلغار کا ردِعمل جن مذہبی معاشرتی تحریکوں کی شکل میں سامنے آیا، انہیں بحیثیت مجموعی اصلاحی، تجدیدی اور قدامت پسند تین قسموں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ اصلاحی اور تجدیدی تحریکیں معاشرے میں موجود بعض مذہبی تصورات اور مراسم سے مطمئن نہ تھیں، وہ تبدیلی کی قوتیں تھیں مگر انداز نظر میں اختلاف تھا۔ اصلاحی تحریکوں کے رہنماؤں نے ایسی مذہبی تعبیر کا راستہ اختیار کیا جس سے مغربی تہذیبی اقدار اور ان کے مذہبی عقائد و احکام میں تضاد و تبایُن ختم ہوتا تھا۔ ہندوؤں میں راجا رام موہن رائے کی "برہمو سماج" اور مسلمانوں میں سرسیّد احمد خان کی تحریکوں کو "اصلاحی" نقطۂ نظر کی حامل قرار دیا جا سکتا ہے۔ تجدیدی تحریکیں، اصلاحی تحریکوں کی طرح تبدیلی کی خواہش مند تھیں، مگر ان کے نزدیک مذہبی معاشرتی خرابیاں اس لیے پیدا ہوئی کہ وقت کے ساتھ ساتھ اصل سرچشمۂ مذہب میں کدورتیں شامل ہو گئیں، اس لیے مذہب کی کانٹ چھانٹ کی ضرورت نہیں بلکہ ابتدائی اصل مذہب کو زندہ کرنے کی ضروت ہے۔ پنڈت دیانند سرسوتی کی "آریہ سماج" ہندوؤں کی ایسی ہی تحریک تھی جو ویدوں کے دور کو واپس لانا چاہتی تھی، اسی طرح علماء کرام اور بالخصوص دیوبندی اور اہلِ حدیث علماء تجدید دین کے داعی بن کر ابھرے۔ اصلاحی اور تجدیدی تحریکوں کے ساتھ ساتھ سوچ کی لہر پیدا ہوئی کہ وقت کے ساتھ دینی عقائد و اعمال نے جو شکل اختیار کی ہے، یہ روایت پر مبنی ہے نہ اس میں اصلاح کی ضرورت ہے اور نہ اسے مسترد کرنے کی۔ جو کچھ ہے، اسے اسلاف کی روایت (جو دینی مصادر کی تائید سے بھی کلیتاً محروم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نہیں) کے مطابق قائم رکھا جائے ہندوؤں میں سناتن دھرم تحریک اور مسلم حلقوں میں روایتی متصوفانہ فکر کو اس قسم کی تحریکوں میں شامل کیا جاسکتا ہے۔

مذکورہ بالا اصلاحی اور قدامت پسند تحریکوں کے اپنے اپنے مذہبی دائرے تھے۔ ہندو اصلاح پسند، اپنے ہم مذہب قدامت پرستوں کی تنقید کا نشانہ تھے اور اسی طرح سر سیّد احمد خان تجدید یا روایت کے داعی علماء کی تنقید کا ہدف ہے۔ ہندو اور مسلم اصلاح پسند اپنے اپنے مذہبی مراسم کے حوالے سے گفتگو کرتے تھے، اگر کبھی مسلمان اصلاح پسندوں نے مسلم معاشرے میں ہندو اثرات کا ذکر کیا تو اسے ہندو اصلاح پسندوں نے ہرگز اپنے خلاف اقدام نہ سمجھا، مگر ہندو تجدیدی آریہ سماجیوں نے اپنے قیام کے جلد بعد مسلم مخالف تحریک کی شکل اختیار کرلی۔ "آریہ سماج" کے پنڈتوں نے ہندومت کو "تبلیغی" مذہب بنا دیا۔ دوسرے ادیان کے لوگوں کو ہندو بنانے اور ہندومت سے مسلم یا مسیحی بننے والوں کو واپس حلقۂ ہندومت میں لانے یا ان کی اصطلاح میں "شُدھ" کرنے کی بڑی اہمیت تھی۔ آریہ سماج کے بانی پنڈت دیانند سرسوتی نے اپنی تالیف "ستیارتھ پرکاش" میں مسیحیت اور اسلام کے خلاف ایک ایک باب شامل کر کے مسیحی مبشّرانہ تحریک اور مسلمانانِ برصغیر کے وجود کو چیلنج کر دیا تھا۔ انیسویں صدی کے نصف آخر میں جہاں مسلمان مسیحی پادریوں اور ان کے زیرِ اثر اہلِ قلم کی بے رحم تنقید کا نشانہ تھے، وہیں آریہ سماج سے وابستہ پنڈت اور ان کا جاندار پریس اسلام اور نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ گرامی پر طرح طرح کے اعتراضات کر رہا تھا۔

برصغیر کے مذکورہ مذہبی تناظر میں مرزا غلام احمد قادیانی (۱۸۳۵-۱۹۰۸ء) نے اپنی عوامی زندگی کا آغاز کیا۔ مرزا صاحب مسیحی مبشّروں اور آریہ سماجیوں کے خلاف اسلام کے دفاع کے نام پر اٹھے، انھوں نے اسلام کی حقانیت پر سینکڑوں دلائل دینے کا دعوی کیا اور جب مخالفینِ اسلام کو ان ہی کے لہجے میں مخاطب کیا تو مرزا صاحب کے لیے بہت سے دلوں کے دروازے وا ہو گئے[1]۔ پچاس جلدوں میں "براہینِ احمدیہ" کی تالیف کے وعدے (جو پانچ جلدوں سے آگے نہ بڑھ سکی) اور "سرمہ چشم آریہ" نے ان کی شہرت کو چھوٹے سے قصبے "قادیان" سے نکال کر ہندوستان گیر کر دیا۔ مرزا صاحب نے مسیحی مبشّرین کی تحریروں کے جواب میں تثلیث، کفارہ، ابنیتِ مسیح علیہ السلام اور الوہیتِ مسیح علیہ السلام کے بارے میں جو کچھ لکھا، وہ مولانا آلِ حسن موہانی، مولانا رحمت اللہ کیرانوی، مولانا محمد علی مونگیری اور مولانا ابو المنصور دہلوی جیسے مناظرین کی تحریروں سے چنداں مختلف نہ تھا، مگر وقت کے ساتھ ساتھ مرزا صاحب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور ان کے پیغام کے بارے میں مسلم عقائد و خیالات کے خلاف نقطۂ نظر اختیار کیا۔ اس میں مرزا صاحب کے مُلہم، نبی اور مسیح موعود ہونے کے دعوؤں کی تدریج بھی شامل ہے۔

مرزا صاحب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یہ نقطۂ نظر اختیار کیا کہ انھیں صلیب پر لٹکایا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

گیا، مگر اس سے پہلے کہ صلیب پر ان کا انتقال ہوتا، انہیں اتار لیا گیا، ایک کمرہ نما "قبر" میں انہیں رکھا گیا، "مرہمِ عیسیٰ" سے ان کے زخموں کا علاج کیا گیا جو صلیب دیے جانے سے ان کے جسم پر آئے تھے۔ صحت یاب ہونے پر وہ جان بچاتے ہوئے کشمیر چلے آئے جہاں کے لوگ بنی اسرائیل کے گم شدہ قبائل تھے، کشمیر میں حضرت عیسیٰ علیہ اسلام کا انتقال ہوا اور محلہ خانیار سری نگر میں یوز آسف کے نام سے جو قبر ہے، وہ حقیقتاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر ہے[۲]۔ اور احادیث میں قربِ قیامت سے پہلے نزولِ عیسیٰ کا جو ذکر آیا ہے، اس سے مراد مثیلِ مسیح کی آمد ہے اور مرزا صاحب ہی وہ "مثیلِ عیسیٰ مسیح" ہیں۔

مرزا صاحب نے اپنی تحریروں میں، مستقل بالذّات تالیفات کے علاوہ، جابجا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور مسیحیت کے بارے میں لکھا ہے۔ اگرچہ اس میں بہت زیادہ تکرار ہے، جو اس لیے محسوس نہ ہوتی تھی کہ مرزا صاحب کی سب ہی کتابیں بیک وقت سامنے نہ ہوتی تھیں۔ ۱۹۸۹ء میں جب مرزا صاحب کے متبعین نے "احمدیت صدی" منائی تو ان کے ایک مبلغ جناب ہادی علی چوہدری نے مرزا صاحب کے "بیان فرمودہ دلائل و براہین" کو زیرِ نظر مجموعے کی شکل میں مرتب کر دیا اور اسے "احمدیت کی پہلی صدی کی آخری کتاب" قرار دیا ہے۔

مرزا صاحب نے حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام سے اپنا موازنہ کرتے ہوئے اپنے کو اکثر "برتر" قرار دیا ہے اور اندازِ بیان ایسا اختیار کیا ہے جس سے حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام کی شانِ میں سوئے ادب جھلکتا ہے۔ چند اقتباسات دیکھیے:

> میں اسے [مسیح علیہ السلام ابنِ مریم کو] اپنا ایک بھائی سمجھتا ہوں۔ اگرچہ خدا تعالیٰ کا فضل مجھ پر اس سے زیادہ ہے۔ اور وہ کام جو میرے سپرد کیا گیا ہے، اس کے کام سے بہت بڑھ کر ہے۔--- (ص ۱۵)
>
> مسیح کی پیشن گوئیاں پیش گوئی کا رنگ ہی نہیں رکھتی ہیں جو باتی [کذا، باتیں] پیش گوئی کے رنگ میں مندرج ہیں، وہ ایسی ہیں کہ ایک معمولی آدمی بھی ان سے بہتر باتیں کہہ سکتا ہے اور قیافہ شناس مدبر کی پیش گوئیاں ان سے بدرجہا بڑھی ہوئی ہیں میں علی الاعلان کہتا ہوں کہ اگر اس وقت مسیح ہوتے تو جس قدر عظیم الشان تائیدی نشان پیش گوئیوں کے رنگ میں اب خدا نے میرے ہاتھ پر صادر کیے ہیں، وہ ان کو دیکھ کر شرمندہ ہو جاتے اور اپنی پیش گوئیوں کہ زلزلے آئیں گے مری اور قحط پڑیں گے یا مرغ بانگ دے گا، کبھی مارے ندامت کے نام نہ لیتے۔ (ص ۸۵-۵۹)
>
> خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اس سے پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے اور اس نے اس دوسرے مسیح کا نام غلام احمد رکھا۔ تاکہ یہ اشارہ ہو کہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عیسائیوں کا مسیح کیسا خدا ہے جو احمد کے ادنیٰ غلام سے بھی مقابلہ نہیں کر سکتا--- (ص ۸۶)

ابنِ مریم ایک عاجز انسان تھا۔ اگر خدا چاہے تو عیسیٰ ابنِ مریم کی مانند کوئی اور آدمی پیدا دے یا اس سے بھی بہتر جیسا کہ اس نے کیا۔ مگر وہ خدا تو واحد ولاشریک ہے جو موت تولد سے پاک ہے، اس کا کوئی ہمسر نہیں۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ عیسائیوں نے شور مچا رکھا تھا کہ مسیح بھی اپنے قرب اور وجاہت کے رُو سے واحد ولاشریک ہے۔ اب خدا بتلاتا ہے کہ دیکھو میں اس کا ثانی پیدا کروں گا جو اس سے بھی بہتر ہے۔ جو غلام احمد ہے یعنی احمد کا غلام۔

زندگی بخش جامِ احمد ہے کیا ہی پیارا یہ نام احمد ہے
لاکھ ہوں انبیاء مگر بخدا سب سے بڑھ کر مقامِ احمد ہے
باغِ احمد سے ہم نے پھل کھایا میرا بُستاں کلامِ احمد ہے
ابنِ مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلامِ احمد ہے (ص ۴۵۳-۴۵۴)

مرزا صاحب نے حضرت عیسیٰؑ کی قبر کے سلسلے میں بار بار اپنی آراء تبدیل کی ہیں۔ "ہم نے کسی کتاب میں لکھا ہے کہ حضرت مسیح کی بلادِ شام میں قبر ہے مگر اب صحیح تحقیق ہمیں اس بات کے لکھنے کے لیے مجبور کرتی ہے کہ واقعی قبر وہی ہے جو کشمیر میں ہے ...(ص ۳۴۲) یوز آسف کی توجیہ بھی یکساں نہیں۔ ایک جگہ لکھا ہے۔ "آسف جس کا ترجمہ ہے جماعت کو اکھٹا کرنے والا" (ص ۳۱۴) دوسری جگہ اس کی تشریح بدل گئی ہے یعنی " یہ لفظ [یوز آسف] یسوع آسف ہے یعنی یسوع غمگین۔ آسف اندوہ اور غم کو کو کہتے ہیں، چونکہ حضرت مسیح نہایت غمگین ہو کر اپنے وطن سے نکلے تھے، اس لیے اپنے نام کے ساتھ آسف ملا لیا"۔ (ص ۳۴۱)

حضرت عیسیٰؑ کے مبیّنہ سفرِ کشمیر کے بارے میں قیاس آرائیاں دیکھیے:

یہ بات بالکل قرین قیاس ہے کہ حضرت مسیح نے نیپال اور بنارس وغیرہ مقامات کا سیر کا ہو گا۔ [کذا] اور پھر جموں سے یا راولپنڈی کی راہ سے کشمیر کی طرف گئے ہوں گے --- ساتھ اس کے یہ بھی خیال ہے کہ کچھ حصہ اپنی عمر کا افغانستان میں بھی رہے ہوں گے اور کچھ بعید نہیں کہ وہاں شادی بھی کی ہو۔ افغانوں میں ایک قوم عیسیٰ خیل کہلاتی ہے، کیا تعجب ہے کہ وہ عیسیٰ کی ہی اولاد ہوں ---(ص ۳۰۳)

زیرِ نظر کتاب سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ مرزا صاحب نے حضرت عیسیٰ کے خلاف اپنے اندر عناد پیدا کر لیا تھا۔ مرزا صاحب کے نزدیک حضرت عیسیٰؑ کی بن باپ پیدائش امور نادرہ میں سے نہ تھی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کیوں کہ طبیبوں نے اس کی بہت سی نظیریں لکھی ہیں۔ (ص ۶۴، ص ۶۵) ان کے معجزات مسمریزم کا نتیجہ تھے۔ (ص ۵۲۳ - ۵۳۱) حضرت عیسیٰ علیہ السلام تبلیغ مذہب میں بالکل ناکام رہے تھے اور ان کی "نامرادی کی نظیر" کسی اور نبی میں "تلاش کرنا لاحاصل ہے"۔ (ص ۴۰۷) اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام "بوجہ بیماری مرگی کے دیوانہ ہوگیا تھا۔" (ص ۴۸۰)

مرزا صاحب کے ہاں ایک مناظر کا مبالغہ، انتہا پسندی، اپنے کمزور نقطۂ نظر کے حق میں دلیل بازی اور طنز و استہزاد موجود ہے۔ اردو تحریر میں پنجابی کے الفاظ بھی "دلچسپ" ہیں۔ مرزا صاحب نے یہ سب کچھ تقریباً ایک صدی پہلے لکھا تھا اور اسی دور کے مطابق حوالے دیے ہیں، مرتب کو چاہیے تھا کہ وہ حوالوں کا استناد مہیا کرتے، مگر مرتب نے ایسی کوئی کوشش نہیں کی ہے۔ مثال کے طور پر صفحہ ۵۴۴ پر لکھا گیا ہے کہ "حال میں ایک یہودی کی تالیف شائع ہوئی ہے"۔ یہ یہودی کون تھا؟ اور اس کی تالیف کا عنوان کیا تھا؟ ان سوالوں کا کوئی جواب نہیں ملتا۔

"مسیحی انفاس" کے "دیباچہ نگار" نے مرزا صاحب کے پیرووں کی معروف روایت کے مطابق مرزا صاحب کی خدمات کے اعتراف میں ایک دو معروف اہلِ قلم کی تحریروں کا ذکر کیا ہے اور ان اہلِ قلم کو خوب بڑھایا ہے۔ "کرزن گزٹ" (دہلی) کے مدیر مرزا حیرت دہلوی کو "نامور ادیب اور محقق" قرار دیا ہے۔ وہ نامور تو تھے مگر شاید "محقق" نہیں۔ یہ وہی بزرگ ہیں جنھوں نے حضرت حسینؓ کے واقعہ شہادت کا سرے سے انکار کر دیا تھا اور اپنی صحافتی زندگی میں ہمیشہ برطانوی حکومت کے گن گاتے رہے اور سیّد احمد شہید کی تحریکِ جہاد و اصلاح کے بارے میں غلط فہمیاں پھیلائیں۔

زیرِ نظر کتاب سے ایک حد تک مرزا صاحب کے مطالعۂ مسیحیت کا اندازہ ہو جاتا ہے، تاہم یہ موضوع اپنے طور پر تحقیق چاہتا ہے کہ مرزا صاحب کے افکار و خیالات کے منابع کیا تھے؟ اور انہوں نے ان منابع کو کس طرح اپنے نظریات کے لیے استعمال کیا۔ (اختر راہی)

حواشی

۱۔ مرزا صاحب کی ابتدائی تحریروں اور بالخصوص "براہین احمدیہ" کی پہلی ایک دو جلدوں پر کچھ لوگوں نے خوشی کا اظہار کیا، مگر ان کے تحدیانہ انداز کے پیشِ نظر بعض اہلِ نظر ان سے کھٹک گئے تھے۔ مثال کے طور پر قاری عبدالرحمٰن محدّث پانی پتی (م ۱۸۹۶ء) کی سوانح حیات میں لکھا گیا ہے کہ انہوں نے "براہین احمدیہ" کے "جستہ جستہ مقامات" سن کر فرمایا کہ "آگے چل کر یہ شخص نبوّت کا دعویٰ کرے گا۔ [قاری محمد عبدالحلیم انصاری، تذکرہ الصالحین المعروف بہ تذکرہ رحمانیہ، لاہور: مکتبہ نفیس (۱۹۸۰ء)، ص ۱۴۷]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۲۔ مرزا صاحب نے ان خیالات کا اظہار متعدد تالیفات میں کیا ہے مگر مسلسل کہانی "مسیح ہندوستان میں" (تالیف ۱۸۹۹ء) میں پیش کی ہے۔ مرزا صاحب کے نقطۂ نظر کی تائید میں ان کے متبعین مسلسل لکھ رہے ہیں اور اب وہ نہ صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سفرِ کشمیر کے قائل ہیں بلکہ مرزا صاحب کی رائے کے برعکس مری (ضلع راولپنڈی) میں انہوں نے حضرت مریم کی قبر بھی تلاش کرلی ہے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے حضرت موسیٰ بھی کشمیر آئے تھے جو باندی پور (تحصیل سوپور۔ مقبوضہ کشمیر) میں ابدی نیند سو رہے ہیں۔

اکتوبر ۱۹۳۶ء میں مفتی محمد صادق شاہ پوری نے مرزا صاحب کی تائید میں "قبر مسیح" لکھی، مگر اس سلسلے کی اہم کتاب خواجہ نذیر احمد کی Jesus In Heaven on Earth (تالیف ۱۹۵۱ء) ہے جس پر مبنی کئی کتابچے سامنے آئے ہیں۔ عبدالعزیز شورا اور ڈاکٹر عزیز احمد قریشی کی مشترکہ تالیف "حضرت عیسیٰ اور عیسائیت" (۵۴ - ۱۹۵۳ء) ڈاکٹر عزیز احمد قریشی کی تالیف "اسرارِ کشمیر" جلال الدین شمس کی تالیف Where did Jesus Die? (تالیف ۱۹۵۹ء) اسد اللہ قریشی کا کتابچہ "مسیح کشمیر میں" اور محمد یاسین کا کتابچہ (Rauzabal and other Mistries of Kashmir (۱۹۷۲ء) جو خواجہ نذیر احمد کی کتاب پر مبنی ہیں۔ (اخترراہی)

Focus on Christian - Muslim Relations

Index Issue 1978-1993

(اشاریہ ماہنامہ "فوکس" - لیسٹر)

"عالمِ اسلام اور عیسائیت کے قارئین کے لیے اسلامک فاؤنڈیشن - لیسٹر کے ماہنامہ "فوکس" کا نام اجنبی نہیں۔ "عالمِ اسلام اور عیسائیت" ابتداءً اسی جریدے کے اُردو ترجمے پر مشتمل ہوتا تھا۔ جنوری ۱۹۹۲ء میں "عالمِ اسلام اور عیسائیت" کو موجودہ شکل دی گئی، مگر "فوکس" سے استفادہ کا سلسلہ جاری رہا۔ گزشتہ سال نومبر میں اسلامک فاؤنڈیشن کے کارپردازوں نے "فوکس" کی اشاعت روک دینے اور آخری شمارے (بابت دسمبر ۱۹۹۳ء کو پندرہ سالہ مجلدات (۱۹۷۸ء تا ۱۹۹۳ء) کے مجموعی اشاریے کے لیے مختص کرنے کا فیصلہ کیا۔

ماہنامہ "فوکس" نے اپنی پندرہ سالہ زندگی میں مسیحی ذرائع ابلاغ سے مکالمہ بین المذاہب مسلم

© rasailojaraid.com